بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

اِنَّ الْفَضْلَ بِیَدِ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ
عَسٰٓی اَنْ یَّبْعَثَکَ رَبُّکَ مَقَامًا مَّحْمُوْدًا

فون ۴۴۹

رجسٹرڈ ایل نمبر ۵۲۵۴

روزنامہ الفضل ربوہ

بروز ہفتہ

ایڈیٹر مسعود احمد دہلوی

The Daily
ALFAZL
RABWAH

قیمت فی پرچہ ۲۰ پیسے

خطبہ جمعہ صفحہ ۲، ۳

جلد ۶۱/۲۶ | ۶ شعبان ۱۳۹۲ھ | ۱۶ تبوک ۱۳۵۱ہش | ۱۶ ستمبر ۱۹۷۲ء | نمبر ۲۱۱

اخبار احمدیہ

ربوہ ۱۵ تبوک۔ سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کی طبیعت کے متعلق کل شب کی اطلاع مظہر ہے کہ:۔
گذشتہ رات دو بجے سے حضور کی بائیں ٹانگ میں درد کی تکلیف ہے۔
اس وقت نسبتاً افاقہ ہے۔
احباب جماعت توجہ اور التزام کے ساتھ دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ حضور کو اپنے فضل سے کامل و عاجل صحت عطاء فرمائے۔ آمین

عزیزم شمیم احمد بھٹی گذشتہ چند روز سے راولپنڈی میں سخت علیل ہے۔ احباب جماعت سے عزیز کی صحت کاملہ و عاجلہ کے لئے درخواستِ دُعا ہے۔
(شیخ مبارک احمد سیکرٹری حدیقۃ المبشرین۔ ربوہ)

Digitized by Khilafat Library Rabwah

خطبہ جمعہ

فتنہ و فساد، ذرائع پیداوار اور خداداد استعدادوں اور طاقتوں کو تباہ کر کے انسان اللہ تعالیٰ کے غضب کا مورد بن جاتا ہے

آج کی دنیا میں سب سے زیادہ مظلوم و مقہور ہستی مزدور ہے اور اس کا سچا ہمدرد صرف اسلام اور قرآن کریم کی حسین تعلیم ہے

آیت قرآنیہ وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ کی نہایت لطیف تفسیر

(از سیدنا حضرت خلیفۃ المسیح الثالث ایدہ اللہ بنصرہ العزیز)

فرمودہ مورخہ ۱۱ ماہ ظہور ۱۳۵۱ہش مطابق ۱۱ اگست ۱۹۷۲ء بمقام سعید ہاؤس کاکول ایبٹ آباد

(مرتبہ مکرم یوسف سلیم صاحب شاہد ایم اے انچارج شعبہ زود نویسی)

سورۃ فاتحہ کے بعد حضور نے یہ آیات تلاوت فرمائیں:۔
"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ یُّعْجِبُکَ قَوْلُہٗ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَیُشْھِدُ اللّٰہَ عَلٰی مَا فِیْ قَلْبِہٖ ۙ وَھُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ ۝"
"وَاِذَا تَوَلّٰی سَعٰی فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْھَا وَیُھْلِکَ الْحَرْثَ وَالنَّسْلَ ؕ وَاللّٰہُ لَا یُحِبُّ الْفَسَادَ ۝"
"وَاِذَا قِیْلَ لَہُ اتَّقِ اللّٰہَ اَخَذَتْہُ الْعِزَّۃُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُہٗ جَھَنَّمُ ؕ وَلَبِئْسَ الْمِھَادُ ۝" (البقرۃ: ۲۰۵ تا ۲۰۷)
اور پھر فرمایا:۔
مَیں نے اس سے پہلے جو خطبہ دیا تھا۔ اُس میں مَیں نے بتایا تھا، اسلامی تعلیم نے اس بات پر بڑا زور دیا ہے کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا۔ وہ اسے اچھا نہیں سمجھتا۔ وہ اس سے نفرت کرتا ہے۔ مَیں نے یہ بھی بتایا تھا کہ عربی زبان میں "فساد" کا لفظ "صلاح" کے مقابلے پر آتا ہے اور معنی کے لحاظ سے دونوں لفظ آپس میں متضاد ہیں۔

"صلاح" کے لفظ کا بنیادی مفہوم

یہ ہے کہ انسانی حقوق و واجبات کو ادا کیا جائے۔ اور حقوق و واجبات کی ادائیگی کی اہلیت بھی ہو۔ اس کے مقابلے میں "فساد" کے معنے یہ ہونگے کہ حقوق و واجبات کی اہلیت نہیں۔ یا اُنہیں جان بوجھ کر ادا نہیں کیا جا رہا۔ تاہم "اہلیت نہیں" کا یہ مطلب نہیں ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حق واجب قرار دیا اور اہلیت پیدا نہیں کی بلکہ اس کا مطلب یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانی فطرت میں اہلیت تو رکھی تھی لیکن اس کی نشوو نما نہیں ہو سکی۔ اور نشوو نما اس لئے نہیں ہو سکی کہ جس شخص کو وہ خداداد قوتیں ملی تھیں، اُس نے اُن کی نشوو نما کی طرف توجہ نہیں کی اور خود گناہگار بنا، یا ماحول نے اسے نشوو نما کا موقع نہیں دیا۔ اس کے لئے سامان میسر نہیں آسکے۔ اسلئے اس کی نشوو نما نہیں ہو سکی۔
بہرحال "فساد" کے حقیقی اور بنیادی معنی ادائیگی حقوق کی اہلیت کے فقدان نیز حقوق و واجبات کے ادا نہ کرنے کے ہوتے ہیں۔ اس کے مقابلے میں "صلاح" کے معنے بنیادی طور پر یہ ہیں کہ حقوق و واجبات کے ادا کرنے کی اہلیت بھی ہو اور حقوق و واجبات ادا بھی کئے جائیں۔
غرض فساد اور صلاح کے معنوں پر مَیں نے پچھلے خطبہ میں بھی مختصر روشنی ڈالی تھی اور بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ فساد کو پسند نہیں کرتا؛ فساد کا وہ

خوشکن اور حسین نتیجہ

نہیں نکلتا جو صلاح کا نکلتا ہے اور جو اِس دُنیا کو بھی جنت میں تبد

پبلشر: مسعود احمد؛ پرنٹر: سید عبدالحی؛ مطبع: ضیاء الاسلام پریس ربوہ؛ مقام اشاعت: دفتر الفضل دارالرحمت غربی، ربوہ؛ قائم مقام ایڈیٹر: شیخ خورشید احمد

کر دیتا ہے۔ کیونکہ اگر انسانوں کے حقوق و واجبات ادا نہ ہوں۔ اگر انسان انسان کے حقوق پامال کر رہا ہو تو وہ جنت پیدا نہیں ہو سکتی جو اس صورت میں پیدا ہوتی ہے۔ کہ جب ہر شخص کے جو بھی حقوق اللہ تعالیٰ نے مقرر فرمائے ہیں، وہ اس کو مل جائیں۔

پھر میں نے اپنے گذشتہ خطبہ میں یہ بھی بتایا تھا کہ فطرتی اہلیت یعنی وہ قوتیں اور استعدادیں جو انسان کو دی گئی ہیں، وہ حقیقتاً اللہ تعالیٰ کی صفات کا مظہر بننے کے لئے دی گئی ہیں۔ "صلاح" میں ہمیں صفات باری تعالیٰ کا عکس نظر آتا ہے۔ فساد اس کے اُلٹ ہے۔ کیونکہ جو شخص اللہ تعالیٰ کی صفات کے مقابلے پر آتا ہے، اُس کے اعمال کا وہ نتیجہ تو نہیں ہو سکتا جو اُس شخص کے اعمال کا نتیجہ ہو سکتا ہے اور ہوتا ہے، جس کے اعمال

اللہ تعالیٰ کی صفات

کی مظہریت کے جلوے دکھا رہے ہوں۔

چنانچہ سورۃ بقرہ کی اِن آیات میں جن کی میں نے ابھی تلاوت کی ہے، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يُّعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا"

تمہیں دنیا میں ایسے لوگ بھی نظر آئیں گے جو بظاہر بڑی اچھی باتیں کرتے ہیں۔ سیاست کے متعلق، سیاسی حقوق کے متعلق، معاشرہ میں حسن پیدا کرنے کے متعلق اور اقتصادی حقوق کو ادا کرنے کے متعلق بڑی دھواں دھار تقریریں کرتے ہیں۔ جن میں حقیقت تھوڑی اور لفاظی زیادہ ہوتی ہے اور پھر بھی نہیں بلکہ

"وَيُشْهِدُ اللّٰهَ عَلٰى مَا فِيْ قَلْبِهٖ"

وہ ساتھ ہی ساتھ قسمیں بھی کھاتے ہیں۔ اور اپنی ہر بات پر خدا تعالیٰ کو گواہ ٹھہراتے ہیں۔ وہ ہر ایک سے یہ کہتے پھرتے ہیں کہ دیکھو! جس طرح ہماری زبان سے یہ باتیں نکل رہی ہیں اسی طرح ہمارا دل بھی خلوص سے پُر ہے حالانکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:-

"وَهُوَ اَلَدُّ الْخِصَامِ"

ایسا شخص سخت جھگڑالو ہوتا ہے۔ یہ اس کی خصوصیت ہوتی ہے۔ یہ اسکی طبیعت ہوتی ہے جو اس کی لچھے دار تقریروں کے بعد ہر ایک کے سامنے ظاہر ہو جاتی ہے۔ اس کے برعکس کوئی بھی شخص جو صلاح چاہتا ہے۔ وہ "الد الخصام" کے زمرہ میں شامل نہیں ہو سکتا۔ کیونکہ صلاح خلوص اور ایثار پر مبنی ہوتی ہے۔ ایسا شخص دوسرے کے جذبات کا خیال رکھتا اور اُس کے لئے ہر ممکن قربانی بھی دیتا ہے۔ کیونکہ اس قسم کے

خُلوص اور ایثار کے بغیر

باہمی جھگڑے ختم نہیں ہوتے۔ مگر جو شخص جھگڑالو ہوتا ہے وہ ایثار کی جڑیں کاٹتا ہے۔ وہ دوسرے کی ہر بات کو اپنی بے عزتی پر محمول کرتا ہے۔ کہنے والے کے ذہن میں وہ بات نہیں ہوتی مگر یہ اس کی بات کو نئے رنگ میں دوسرے لوگوں کے دماغ میں ڈال دیتا ہے۔ جس سے اس کا مقصد یہ ہوتا ہے کہ لوگوں میں اشتعال پیدا ہو اور وہ جھگڑا کریں۔ اب یہ تو ظاہر ہے کہ جھگڑے کے نتیجہ میں فساد ہوتا ہے، صلاح تو پیدا نہیں ہوتی۔

پس

يُعْجِبُكَ قَوْلُهٗ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا

کی رُو سے اس کا دعویٰ تو صلاح کا ہوتا ہے۔ لیکن اس کے قول اور فعل کا تضاد نمایاں ہو کر سامنے آجاتا ہے۔ گو بعض چیزیں تو لوگ اپنی منافقت کی وجہ سے چھپا لیتے ہیں۔ تاہم جو چیز چھپائے نہیں چھپتی، وہ اُن کا "الد الخصام" ہونا ہے۔ وہ ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا کرنے لگ جاتے ہیں۔ اور اس سے ان کی اصلیت ظاہر ہو جاتی ہے۔

اب آجکل جو سیاسی فساد ہمارے ملک میں رُونما ہے۔ اگر آپ اسے غور سے دیکھیں تو آپ کو معلوم ہوگا کہ اس کے پس پردہ "الد الخصام" کی خصوصیات کارفرما ہیں۔ مثلاً ا اور ب دو سیاسی پارٹیاں ہیں۔ "ا" کہتی ہے "ب" نے میرے خلاف یہ کہا ہے۔ اور "ب" "ا" کے خلاف الزام لگاتی ہے کہ تم نے جو یہ بات کہی ہے، اس کا مطلب یہ ہے۔ چنانچہ جھگڑا کرنے کے لئے اپنے مطلب کی بات نکال لیتے ہیں۔

پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو شخص الد الخصام کے گروہ میں ہے۔ وہ خواہ کتنا ہی "یعجبک قولہ فی الحیوۃ الدنیا" کے زمرہ میں آجائے اور خواہ کتنی ہی چرب زبانی سے کام لے اور بظاہر بڑی ہی پسندیدہ باتیں کرے اور قسمیں کھا کھا کر کہے میں بڑا مخلص ہوں۔ ملک کا استحکام میرا مقصد ہے اور یہ ہے اور وہ ہے۔ یا وہ یہ کہے کہ ہم بھی دنیا میں غلبۂ اسلام چاہتے ہیں، اسلامی معاشرہ کے لحاظ سے برسرِ اقتدار جماعت کی طرح ہم بھی مساواتِ محمدی چاہتے ہیں۔ لیکن ان تمام باتوں کے بعد ذرا سی بات میں نہ وہ مساوات باقی رہتی ہے اور پھر جہاں تک انسان کے اقتصادی حقوق کا تعلق ہے، نہ وہ

حقوق کی ادائیگی

باقی رہتی ہے۔ نہ وہ حب الوطنی باقی رہتی ہے اور نہ ہی پاکستان کے استحکام کا خیال باقی رہتا ہے۔ وہ لڑائی شروع کر دیتا ہے، کہتا ہے اچھا تمہارا مطلب یہ ہے یا جو تم نے فقرے کہے ہیں، اس میں تم نے ہمیں گالیاں دی ہیں۔ کہنے والے کی بات کچھ اور ہوتی ہے مگر یہ اس میں سے اپنے مفسدانہ مطلب کی بات نکالتا اور اُسے گالی بنا لیتا ہے اور پھر اپنے حریف کو بغیر مطلب کے بے نقط گالیاں دینے لگ جاتا ہے۔ ہمیں یعنی امت محمدیہ کے ان افراد کو جن کے دل میں اللہ تعالیٰ نے خلوص پیدا کیا ہے اور جو اپنے دل میں

غلبۂ اسلام کی تڑپ

رکھتے ہیں اور ملکی اتحاد چاہتے ہیں اور نیکی اور تقویٰ کی راہوں کو اختیار کرنا چاہتے ہیں۔ ہمیں یہ دیکھ کر بڑی کوفت ہوتی ہے۔ ہمارے دل میں بڑی گھبراہٹ ہوتی ہے کہ یہ کیا مسخرہ پن ہے۔ یہ کیا کھیل کھیلا جا رہا ہے۔ ایک طرف مذہب سے، دوسری طرف ملک سے، تیسری طرف معاشرہ سے اور چوتھی طرف اقتصادی حقوق کی ادائیگی سے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ ایسے لوگ جن کی زبان بظاہر بہت میٹھی اور باتیں بڑی اچھی ہوں۔ اصولی طور پر وہ دعوے بھی بڑے کریں کہ ہم یہ ہیں، ہم وہ ہیں۔ ہم یہ کرنا چاہتے ہیں، اور ہم وہ کرنا چاہتے ہیں۔ مگر ذرا ذرا سی بات پر جھگڑا شروع کر دیں۔ یعنی ایک طرف زبان بڑی میٹھی بھی ہے۔ اور دوسری طرف وہ تلوار کی تیز دھار بھی ہے۔ ایسا شخص اپنے دعویٰ میں سچا نہیں ہوتا۔ وہ عملاً فسادی ہوتا ہے۔

پھر اللہ تعالیٰ نے فرمایا:-

وَاِذَا تَوَلّٰى

یہ وہ لوگ ہیں کہ جس وقت ان کو کسی سیاسی جماعت کی قیادت ملے۔

دراصل "تولّی" کے معنے صرف صدرِ مملکت یا بادشاہِ وقت کے نہیں ہوتے بلکہ ہر چھوٹی موٹی قیادت پر تولّی کا لفظ بولا جاتا ہے۔ پس اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب بھی ان کو کسی قسم کے چھوٹے یا بڑے اُمور میں قیادت مل جاتی ہے تو:

"سعیٰ فی الارض لیفسد فیہا"

کے مصداق بن جاتے ہیں۔ ملک میں خوب دورے کرتے پھرتے ہیں اور کوشش کرتے ہیں کہ ملک میں فساد اور بدامنی پیدا ہو۔

پھر فرمایا:

"ویہلک الحرث والنسل"

آیت کے اس ٹکڑے میں اللہ تعالیٰ نے اقتصادی اور معاشرتی خرابیوں کی نشاندہی فرمائی ہے۔ مالک اور مزدور یا صاحبِ اقتدار اور حزبِ اختلاف کے جھگڑوں کی نوعیت کو اس چھوٹے سے فقرے میں بیان کر دیا ہے۔

دراصل میرے پچھلے خطبہ کی تمہید اسی فقرے کے معانی اور مفہوم کو بیان کرنے کے لئے تھی۔ اس حصّہ آیت یعنی

یہلک الحرث والنسل

کے تینوں لفظ بڑے اہم ہیں۔ ان کے معانی اگر ہمارے ذہن میں حاضر ہوں تو پھر اس فقرے کا مفہوم واضح ہو جائے گا۔

عربی زبان میں لفظ اھلاک یا

اھلاک کے تین معنے

بیان ہوئے ہیں۔ یہ معنے میں نے مفرداتِ امام راغبؒ سے لئے ہیں۔ اس لفظ کے ایک معنے انہوں نے "کسی چیز کا انسان کے ہاتھ سے نکل جانا" کے کئے ہیں۔ اگرچہ وہ چیز تلف نہیں ہوتی، ضائع نہیں ہوتی لیکن وہ ایک انسان کے ہاتھ سے نکل جاتی ہے۔ تو اس معنی میں بعض دفعہ ہم کہتے ہیں کہ فلاں چیز ہلاک ہو گئی یا مثلاً کہتے ہیں کہ فلاں شخص کی دولت میں سے اس قدر سونا ہلاک ہو گیا عربی محاورہ میں اس کے معنے ہوں گے سونا کو چور آیا اور چرا کر لے گیا۔ اگرچہ ایک انسان کے ہاتھ سے تو وہ سونا نکل گیا لیکن سونا تو ضائع نہیں ہوا۔ وہ تو اپنی شکل میں موجود ہے اور نہ ہی سونے کی خصوصیت میں کوئی فرق پڑا۔ وہ بازار میں مارکیٹ کے نرخ پر بک جائے گا اور چور کو اسکے پیسے مل جائیں گے۔ یا کسی سنار کے ہاتھ میں یہ مال حرام چلا جائے گا اور وہ اس سے کسی کی بیوی یا لڑکی کے لئے زیور بنا دے گا غرض سونا چونکہ ایک بڑی قیمتی دھات ہے۔ اس کی یہ خصوصیت ہے

۔ ۔ ۔ ۔ ۔ کہ اس کی قیمت میں اس قسم کی ہلاکت سے کوئی فرق نہیں پڑتا لیکن جب یہ چوری ہو جاتا ہے تو گویا جو اس کا مالک تھا اس کے ہاتھ سے یہ نکل گیا اور اس کا جو حقدار نہیں تھا اس کے پاس چلا گیا۔ پس اس معنی میں عربی زبان میں اھلک یا اھلاک کا لفظ بولا جاتا ہے اور اس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ وہ چیز مثلاً سونا ہے وہ ضائع نہیں ہوا۔ لیکن ایک آدمی کے ہاتھ سے نکل کر دوسرے کے ہاتھ میں چلا گیا۔ جس کے ہاتھ سے نکلا اس کے متعلق کہتے ہیں کہ اس شخص کا سونا ہلاک ہو گیا

اس کے دوسرے معنے ہیں ھلاک الشیء باستحالۃ و فساد۔ یعنی کوئی چیز خراب ہونے کی وجہ سے ہلاک ہو گئی مثلاً کھانے کے متعلق جب عربی میں یہ کہیں گے کہ "ھلک الطعام" تو اس کے معنے ہوں گے کھانا خراب ہو گیا ہمارے جلسہ سالانہ پر صبح دال کی دیگیں پکتی ہیں بعض دفعہ اگر وہ بچ جائیں تو دوسرے وقت تک وہ اُبل رہی ہوتی ہیں ایسے موقع پر عربی میں کہیں گے ھلک الطعام کھانا ہلاک ہو گیا یعنی خراب ہو گیا۔

پھر استحالہ کے ایک معنی "تحول من حال الی اٰخر" کسی چیز کی حالت بدل کر دوسری حالت میں آ گئی۔ دراصل "ھلک الطعام" کے بنیادی معنی بھی یہی ہیں تاہم اس کی شکل تھوڑی سی بدلی ہوتی ہے۔ استحالہ کے دوسرے معنے "ھو محال" کے ہوتے ہیں اور محال کے معنے باطل کے ہیں یعنی ایسی چیز جو ہر جہت سے فساد کی مقتضی ہو وہ عربی زبان میں محال کہلاتی ہے۔

اھلاک (یا اھلاک) کے تیسرے معنے موت کے ہوتے ہیں۔ یعنی انسانی زندگی میں بنیادی تبدیلی کا رونما ہونا ہم تو روح کو زندہ سمجھتے ہیں ہم روح اور مادی اجزاء کے ملاپ کو دنیوی زندگی سمجھتے ہیں۔ اس ملاپ کے نتیجہ میں ایک نئی چیز پیدا ہوتی ہے اور وہ انسان ہے جسے اس دنیا کا عقل اور شعور دیا گیا ہے۔ جب انسان کی کیفیت باقی نہ رہے تو اس پر موت وارد ہو جاتی ہے۔ البتہ جسم کے ذرّے بالکل ضائع نہیں ہو جاتے یہ موت والی ہلاکت بھی ایک خاص معنی میں استعمال ہو سکتی ہے چنانچہ اسی واسطے امام راغبؒ نے اس کو علیحدہ تیسری شکل میں ہمارے سامنے رکھا ہے

Digitized by Khilafat Library Rabwah

114

پس اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ یہ

اصلاح کا دعویٰ کرنے والے

بڑے بڑے لوگ ہیں۔ یہ درحقیقت دنیا میں فساد کرنا چاہتے ہیں۔ یہ ہر قسم کی (ہر سہ معنی میں) ہلاکت کی تدبیریں کرتے ہیں۔ ایک یہ کہ جن لوگوں کا کسی چیز کا حق بنتا ہے ایسے سامان پیدا کر دیتے ہیں کہ ان کے ہاتھ میں وہ چیز نہ رہے۔ یعنی وہ چیز تو قائم رہے مگر جس کا اس پر حق تھا اس کے پاس نہ رہے دوسرے یہ کہ جو چیز ان کے پاس ہو اس کے اندر خرابی پیدا ہو جائے جیسا کہ مثلاً (ذرا سوچنے سمجھنے کی بات ہے) بلیک مارکیٹنگ ہے۔ یہ کھانے میں پیدا ہونے والی خرابی تو نہیں لیکن انسان کے ہاتھ میں مثلاً نقدی ہے اس میں یہ خرابی پیدا ہو گئی کہ پہلے ایک روپے میں مثلاً تین سیر آٹا ملتا تھا مگر بلیک مارکیٹنگ کے نتیجہ میں اسی روپے سے ڈیڑھ سیر آٹا ملتا ہے۔ پس اس روپے کا جو استعمال اور استفادہ ہے اس کے اندر خرابی پیدا ہو گئی۔ گو یہ دال کے پکنے والی خرابی تو نہیں ہے مگر روپے کی قدر یا قیمت میں خرابی کے مترادف ضرور ہے۔

پھر یہ کہ ایسی صورت میں صلاح کی بجائے فساد کی حالت پیدا ہو جاتی ہے۔ مثلاً یہ کارخانوں کی جو تالہ بندی ہے اس سے بھی فساد پیدا ہوتا ہے۔ اس سے صلاح کی حالت فساد کی حالت میں بدل جاتی ہے۔ اور وہ اس طرح کہ اللہ تعالیٰ نے مزدوروں کو کام کرنے کی جو قوتیں اور طاقتیں عطا فرمائی ہیں کارخانے دار ان کا وہ حق ادا نہیں کر سکتے۔ مگر جتنا وہ کام کر سکتے تھے تالہ بندی کے نتیجہ میں اس کے دروازے بھی اُن پہ بند ہو گئے۔ دوسرا کام اُن کو کوئی ملا نہیں تو ظاہر ہے وہ خود بھوکے رہیں گے۔ اُن کے بچے بھوکے رہیں گے جیسا کہ میں نے بتایا ہے۔

حالتِ صلاح کی بنیادی کیفیت

یہ ہے کہ حقوق ادا ہوں۔ لیکن جس مزدور کے اوپر تالہ بندی کے نتیجہ میں کام کا دروازہ بند کر دیا گیا تو ایک طرف اس کی طاقتوں اور قوتوں کی نشوونما رک گئی دوسری طرف اس کے حقوق کی ادائیگی نہ ہونے کی وجہ سے وہ اور بھی زیادہ مفلوک الحال ہو گیا۔ پس "ھلاک الشیء باستحالۃ و فساد" کی رو سے صلاح یعنی امن کے حالات میں تالہ بندی کے نتیجہ میں فساد کی کیفیت پیدا کرنا ہلاکت ہے اور یہ عمل سراسر باطل ہے اور حق کے صریحاً خلاف ہے۔ اس سے باہمی طور پر ہم آہنگی نہیں بلکہ دوری پیدا ہو جاتی ہے۔

میں نے کئی دفعہ بتایا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہر انسان کو بنیادی طور پر استعدادیں بخشی ہیں اور اس دنیا کی ہر چیز کو ان استعدادوں کے ذریعہ استعمال کے لئے پیدا کیا ہے اس کا نام ہم

تسخیرِ عالمین

رکھتے ہیں۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ تمہارے لئے ہم نے اس عالمین کی ہر چیز کو مسخر کر دیا ہے دنیا کی ہر چیز کو تمہارا خادم بنا دیا ہے۔ تمہاری قوتوں سے اثر قبول کرنے کے لئے اس کائنات کی ہر چیز کے اندر اللہ تعالیٰ نے ایک خاصیت رکھ دی ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم میں بار بار فرمایا ہے کہ تم کوشش کرو اور ان سے فائدہ اٹھاؤ۔

اَھْلَکَ یا اَھْلاکْ کے تیسرے معنے "موت" کے ہوتے ہیں۔ فی الحال جب فساد بڑھتا ہے تو مزدور مارا جاتا ہے اور مارا وہ جاتا ہے جو معصوم ہوتا ہے۔ مثلاً پچھلے دنوں خواہ مخواہ زبان کا جھگڑا کھڑا کر دیا گیا تھا۔ چنانچہ ہنگامے ہوئے جلوس نکالے گئے۔ اب جس وقت جلوس نکلتا ہے تو وہ بیچارہ غریب مزدور جسے پانچ دس روپے دے کر کہا کہ جاکر جلوس نکالو یا کسی کے خلاف غلط باتیں بتا کر کہا کہ جاکر جلوس نکالو، دراصل وہ گنہگار نہیں وہ تو دھوکا خوردہ اور فریب خوردہ

ہے۔ گناہگار وہ ہیں جو غریب آدمیوں کو دھوکا اور فریب دیتے ہیں۔ چنانچہ جب جلوس نکلتے ہیں تو مرتے ہیں تو بیچارے مزدور۔ جو لوگ انہیں دھوکا دیتے ہیں وہ پیچھے مزے سے بیٹھے ہوتے ہیں۔

پس یہ جو موت ہے۔

یہ صریح طور پر فساد ہے

کیونکہ قرآن کریم نے فرمایا ہے کہ بغیر حق کے کسی کی جان نہیں لینی۔ اسلئے ان بیچاروں کی جان لینے کا تو حق ہی نہیں بنتا لیکن ہنگامہ کھڑا کر کے شکل ایسی بنا دی کہ جان لینے والوں نے کہا کہ ان کو مارو۔ حالانکہ وہ فسادی نہیں ہوتے فسادی تو پیچھے کوئی اور دماغ ہے کوئی جیب ہے جس میں پیسے بھرے ہوئے ہیں۔ وہ فسادی ہے۔ اس کے اوپر فساد کو دُور کرنے والی تلوار چلنی چاہیئے نہ کہ اس بیچارے معصوم پر جس کا دراصل قصور نہیں ہے کیونکہ وہ یا تو دھوکے میں آکر یا اپنی غربت کی وجہ سے یا پھر اس وجہ سے کہ پہلے اس کے حقوق ادا نہیں ہوئے جلوس میں شامل ہوتا ہے جس شخص کو اس کے حقوق مل چکے ہیں وہ پانچ روپے کی خاطر فساد نہیں کرے گا وہ اتنی تھوڑی سی رقم کی خاطر اپنی موت کو دعوت نہیں دے گا۔ فساد کرنے پر وہی شخص آمادہ ہوگا جسے یا تو بہکایا اور ورغلایا گیا ہو یا جس کے حقوق تلف کئے گئے ہوں اور اس کو اس حالت میں کر دیا گیا ہو کہ وہ فساد میں کود پڑے یعنی خدا تعالےٰ نے اس کی جو حالت بنائی تھی اس کو بدل کر اس حالت میں کر دیا جائے کہ وہ مجبوراً پیسے لیکر فسادی گروہ میں شامل ہو جائے۔ اب یہ تو ظلم ہے کہ جنہوں نے دوہرا گناہ کیا وہ تو چھوڑ دئے جائیں لیکن جو درحقیقت معصوم تھے وہ گولیوں کا نشانہ بن جائیں۔ ویسے ہم تو خدا تعالےٰ کے عاجز بندے ہیں۔ اللہ تعالےٰ علام الغیوب ہے۔ اس کا علم کامل ہے۔ وہ جانتا ہے کہ کون فسادی ہے اور کون نہیں ہے۔ لیکن بظاہر یہ نظر آتا ہے کہ حضرت آدم علیہ السلام کی طرح ایسے شخص کا بھی گناہ کا منشاء نہیں ہوتا بلکہ وہ دھوکے میں آجاتا ہے۔ جس طرح حضرت آدم علیہ السلام شیطان کے دھوکے میں آگئے تھے یہ مزدور بیچارے بھی دھوکے میں آجاتے ہیں اور بعض اپنی قیمتی جانوں سے ہاتھ دھو بیٹھتے ہیں۔

بہرحال "یہلک الحرث والنسل" میں یہلک کے یہ تین معنے ہیں۔ میں نے بتایا تھا کہ اس وقت صرف ہمارے ملک ہی میں نہیں بلکہ

ساری دُنیا میں

ظہر الفساد فی البرّ والبحر" کی حالت ہمیں نظر آتی ہے۔ قرآن کریم کی اس پیشگوئی کے مطابق ہمیں ہر جگہ فتنہ و فساد دکھائی دیتا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتا ہے کہ جو مفسد ہے وہ ہلاکت کے سامان پیدا کرتا ہے۔ چنانچہ اردو میں جب ہم یہ کہتے ہیں کہ کوئی شخص ہلاکت کے سامان پیدا کرتا ہے یا عربی زبان میں کہیں "اھلک" تو اس کے تین معنے ہوتے ہیں ـــ ایک یہ کہ جن چیزوں پر ان کا (مزدور کا) حق تھا اور جن کو ملی تھیں۔ وہ ان سے چھین لی جائیں اور وہ کسی اور کے پاس چلی جائیں۔ یہ معنے آج کی دنیا پر چسپاں ہو رہے ہیں۔ دوسرے معنے کچھ تھوڑے سے اختلاف اور شاخوں کے ساتھ "تحوّل من حالٍ الی اُخر" اور "صار ہمالًا" کے لحاظ سے یہ ہیں کہ مفسد ہلاکت کے اسباب پیدا کر دیتے ہیں۔ جن کو اللہ تو پسند نہیں کرتا۔ جن سے اللہ تعالےٰ پیار نہیں کرتا بلکہ ان کو نفرت کی نگاہ سے دیکھتا ہے۔ تیسرے معنے موت کے ہیں۔ مفسد بے گناہوں کی موت کے سامان بھی پیدا کر دیتا ہے۔ غرض تینوں معنوں میں

ہلاکت کا لفظ

اس دنیا کے فساد کے ماحول پر چسپاں ہوتا ہے۔ لیکن آگے ہلاکت کے بنیادی طور پر عقلاً اور مشاہدۃً دو مفعول بن سکتے ہیں ایک "حرث" کی ہلاکت اور دوسرے نسل کی ہلاکت عربی زبان کے لحاظ سے حرث کے جو معنے ہیں اور جس رنگ میں اسے اس آیت میں رکھا گیا ہے اس سے ایک بڑا عجیب مفہوم پیدا ہوتا ہے اور درحقیقت یہ لفظ ایک وسیع مضمون کی نشاندہی کر رہا ہے۔ چنانچہ حرث کے معنی عربی زبان میں صرف کھیتی کے نہیں ہوتے۔ ویسے کھیتی کے معنوں میں بھی یہ لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی جو محروث ہے اسے بھی حرث کہتے ہیں لیکن اس کے اصل معنے کھیتی

کے نہیں ہوتے۔ اس کے اصل معنے مادی ذرائع پیداوار کے ہیں۔ جن کے اندر انسان کا اپنی محنت سے ایسی تبدیلیاں پیدا کرنا مقصود ہے کہ وہ انسان کی فلاح کے سامان کا ذریعہ بن جائیں تاہم یہ لفظ جب زمین کے معنوں میں استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنے ہوتے ہیں:-

"اِلْقَاءُ الْبَذْرِ فِي الْاَرْضِ وَتَهْيُوْهَا لِلزَّرْعِ"

یعنی کھاد وغیرہ ڈال کر اور ہل وغیرہ چلا کر زمین کو کاشت کے قابل بنا دینا یعنی جو اس سے ہم نے پیداوار لینی ہے زمین کو اس کے قابل بنا دینا اسی طرح کھیتی کو یا کمائی کو جو ہم اس سے حاصل کرتے ہیں۔ اس کو بھی حرث کہتے ہیں۔ تاہم اس کا اصل اور بنیادی مفہوم یہ ہے کہ مادی ذرائع کو اپنی کوشش کے نتیجہ میں اس قابل بنا دینا کہ اس سے ہم اپنی انفرادی اور خاندانی اور ملکی اور عالمگیر فلاح و بہبود کے سامان پیدا کر سکیں یہ ہیں۔

حرث کے اصل معنے

ویسے جب عربی میں ہم یہ کہتے ہیں کہ

حَرَثَ نَاقَتَهٗ

تو اس کے معنے ہوتے ہیں:

اِذَا اسْتَعْمَلَهَا

یعنی اونٹنیوں کا استعمال کیا اور اونٹنیوں کا استعمال تو ان کی سواری ہوتی ہے۔ اس کے علاوہ بھی اونٹ بڑا مفید جانور ہے۔ اس کا گوشت کھائیں تب فائدہ پہنچتا ہے۔ اس کی کھال کو استعمال کریں تب فائدہ پہنچتا ہے اس کی ہڈیوں کو مختلف کاموں میں استعمال کریں تب فائدہ پہنچتا ہے اسکے دودھ کو استعمال کریں تب فائدہ پہنچتا ہے یا پھر اس پر سواری کریں خصوصاً خوش بخت ہو تو حج کیلئے جائیں تب فائدہ پہنچتا ہے۔ چنانچہ ایک صحابی سے کسی نے پوچھا کہ فلاں موقع پر تم نے اپنی اونٹنیوں کا کیا کیا تھا۔ تو انہوں نے کہا حرثتها ہم نے ان کا موقع کے لحاظ سے استعمال کیا یعنی ان پر سواری کی۔

یہ سارے معنے امام راغبؒ نے کئے ہیں وہ لکھتے ہیں:-

"کما ان بالارض زرع
ما بہ بقاء اشخاصہم"

یعنی زمین مادی ذرائع پیداوار کی علامت ہے سورج کی شعاعیں زمین کے اندر جذب ہونے کے بعد ہمارے کام آتی ہیں۔

زمین سے مراد

یہ سارا کرۂ ارض اور اس کی ہوا وغیرہ ہے اسے قرآن کریم کی رو سے الارض کہا جاتا ہے اور یہ ذرائع پیداوار کی ایک علامت ہے۔ پس قرآن کریم نے زمین کو ذرائع پیداوار کی ایک علامت ٹھہرایا ہے۔

چنانچہ ان معنوں کی رو سے حرث سے یہ مراد لی جائے گی کہ زمین سے ایسا کام لیا جائے جس سے انفرادی اور اجتماعی بقاء کے سامان پیدا ہو جائیں۔ اس کو اصل میں حرث کہتے ہیں۔ اب زمین سے کام لینے کا مطلب یہ ہے انسان کی جو جسمانی قوتیں ہیں، ان کی کامل نشوونما کے لئے ذرائع پیداوار سے کام لیا جائے۔ کیونکہ جب تک انسان کی جسمانی طاقتیں اپنے نشوونما کے کمال تک نہیں پہنچتیں اس وقت تک دوسری صلاحیتیں اور استعدادیں مثلاً ذہنی، اخلاقی اور روحانی استعدادوں کی نشوونما ممکن ہی نہیں جسمانی طاقت دوسری استعدادوں کے پنپنے کے لئے بنیاد کا کام دیتی ہے مثلاً انسانی جسم میں دماغ کے اندر کوئی خرابی پیدا ہو جاتی ہے تو ایسے شخص کو ہم کہتے ہیں کہ یہ مجنون ہو گیا ہے۔ اس خاص قسم کی خرابی کے نتیجہ میں نہ وہ ذہنی نشوونما حاصل کر سکتا ہے نہ اخلاقی اور روحانی نشوونما حاصل کر سکتا ہے۔ یا جب کوئی شخص لنگڑا ہو جائے یا کسی اور وجہ سے معذور ہو جائے تو وہ جسمانی طاقتوں کے نشوونما نہ پانے کی وجہ سے ذہنی اور اخلاقی استعدادوں کی نشوونما سے ایک حد تک محروم ہو جاتا ہے مثلاً ایسا شخص جہاد میں شامل نہیں ہو سکتا۔ وہ جہاد کے ثواب سے محروم ہو جاتا ہے جہاد میں شامل نہ ہو کر انسان صرف اخلاقی اور روحانی قوتوں کی نشوونما ہی سے محروم نہیں ہوتا بلکہ ذہنی قوتوں کی نشوونما سے بھی محروم ہو گیا۔

انگریزی کا محاورہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

You live to learn ہے (یو لِو ٹو لرن) یعنی زندگی کا ہر مشاہدہ ہمارے لئے بڑا اہم ہے اللہ تعالیٰ نے اسے ہمارے لئے معلّم کے طور پر بنایا ہے۔ ہمارا مشاہدہ ہمیں کچھ نہ کچھ ضرور سکھاتا ہے۔ اگر ہماری جسمانی طاقتیں کسی لحاظ سے ہمارے مشاہدات کو ایک حد تک محدود کر دیں تو ہماری ذہنی نشوونما اتنی وسیع نہیں ہو سکے گی جو دوسری صورتوں میں ممکن ہے۔

پس حرث کے معنے بنیادی طور پر یہ ہیں کہ بنیادی ذرائع پیداوار کو ایسے رنگ میں استعمال کرنا کہ انسان کی تمام قوتیں اور صلاحیتیں اپنے اپنے دائرہ استعداد میں اپنے نشوونما کے کمال کو پہنچ جائیں۔

جہاں تک نسل کی ہلاکت کا سوال ہے۔ نسل کے معنے ولد یا اولاد ہی کے نہیں ہوتے

نسل کے بنیادی اور حقیقی معنے

جس سے آگے شاخوں کی طرح دوسرے معنے نکلتے ہیں (امام راغب لکھتے ہیں) یہ ہیں "اَلْاِنْفِصَالُ عَنِ الشَّیْءِ" کسی چیز سے علیحدہ ہو کر اس کا حصہ نہ رہنا نسل کہلاتا ہے۔ یعنی اس رنگ میں حصہ نہ رہنا ورنہ تو بہت سارے پہلوؤں کے لحاظ سے حصہ رہتا ہے اسی وجہ سے جو شخص جگہ کو جلدی جلدی چھوڑے تو ہم کہتے ہیں وہ دوڑ رہا ہے۔ عربی میں کہتے ہیں نَسَلَ۔ یَنْسِلُ اِذَا اَسْرَعَ یعنی جب آدمی تیزی سے دوڑنے کے نتیجہ میں جلدی جلدی جگہ بدلتا ہے تو اس کو نسل کہتے ہیں امام راغب نے مفردات میں ایک عجیب محاورہ دیا ہے۔ دراصل میں اسی چیز کو نمایاں کرنا چاہتا ہوں۔ چنانچہ امام راغب نے مفردات میں لکھا ہے کہ نسل کا لفظ اس محاورے میں استعمال ہوا ہے:

"اِذَا طَلَبْتَ فَضْلَ اِنْسَانٍ
[illegible] مَا نَسَلَ لَكَ مِنْهُ عَفْوًا"

یعنی اگر تم کسی آدمی کی بزرگی کو دیکھنا چاہو تو تم اس کے حُسنِ سلوک کو دیکھو جو رضائے الٰہی کے لئے وہ تم سے کر رہا ہے۔ تمہیں پتہ لگ جائے گا کہ وہ کس قسم کا انسان ہے دراصل

عفواً کے معنے

ہوتے ہیں رضائے الٰہی کے حصول کے لئے حسنِ سلوک کرنا۔ کیونکہ عفواً کہیں تو اس سے "اَلْقَصْدُ لِتَنَاوُلِ الشَّیْءِ" مراد ہوتی ہے۔ پس "مَا نَسَلَ لَكَ مِنْهُ عَفْوًا" کے معنے ہوں گے جو اس نے تجھ سے حسنِ سلوک کیا عفو کے طور پر یعنی کسی چیز کے حصول کے لئے تو چونکہ انسانی فضل رضائے الٰہی ہی کی بنیادوں پر استوار ہوتا ہے۔ اسلئے میں نے اس کے یہ معنے کئے ہیں کہ جو شخص رضائے الٰہی کے حصول کے لئے تجھ سے حسنِ سلوک کرتا ہے اس سے اس کا فضل ظاہر ہوتا ہے

اسی طرح نسل کے معنے چھوڑ دینے کے بھی ہوتے ہیں۔ مثلاً جب شہد اپنے چھتے سے خود بخود بہ نکلے تو اس شہد کو اَلنَّسِیْلَۃُ کہتے ہیں۔ یعنی اس کو آگ کے اوپر گرم کر کے نہیں نکالا جاتا بلکہ بعض دفعہ وہ خود بخود بہ نکلتا ہے۔ ہمارے پاس بہت سارے دوست شہد لے آتے ہیں یا ہم خود اپنے باغ سے چھتے اتروا تے ہیں۔ چنانچہ ہم شہد نکالنے کے لئے یہ آسان طریق استعمال کرتے ہیں کہ ایک ململ کے کپڑے میں چھتے کا شہد والا حصہ باندھ کر لٹکا دیتے ہیں اور نیچے برتن رکھ دیتے ہیں اس طرح شہد اپنے ہی وزن سے کشش ثقل کی وجہ سے بہ نکلتا ہے غرض جس شہد کو نکالنا نہ پڑے بلکہ خود بخود بہ نکلے۔ اس کو "نسیلہ" کہتے ہیں۔ اسی طرح جب دودھ دینے والے جانوروں کے تھنوں سے دودھ نکالا نہ جائے بلکہ خود بخود بہ نکلے تو ایسے دودھ کو "اَلنَّسَلُ" کہتے ہیں۔ بعض عورتوں کے پستان سے بھی دودھ بہ نکلتا ہے اور کپڑوں کو خراب کر دیتا ہے عورتیں سمجھتی ہیں کہ ان کے کپڑے خراب ہو گئے اسی طرح بھینس یا بکری کا دودھ بھی بعض دفعہ خود بخود گرتا رہتا ہے

پس اس کا اصل مفہوم یہ ہے کہ کوئی چیز جو خود بخود علیحدہ ہو جائے وہ "نسیلہ" کہلاتی ہے۔ اس جگہ نسل کے معنے ہوں گے کہ انسان کی وہ قوتیں اور طاقتیں جن سے اس کے اعمال خود بخود فطری بہاؤ کے ساتھ سرزد ہوتے ہیں۔ مثلاً ایک صاف شفاف اور ٹھنڈے اور لذیذ پانی کے چشمے سے جس طرح پانی خود بخود بہ نکلتا ہے اسی طرح انسان کے اعمال اس کی طاقتوں سے خود بخود بہ نکلتے ہیں یعنی ایک تو ہے اہلیت اور جیسا کہ میں نے بتایا ہے اصطلاح میں اہلیت کا بھی سوال ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو جو طاقتیں دی ہیں وہ ایک "اہلیت" کا رنگ رکھتی ہیں جو انسان کے اندر رکھ دی گئی ہے اس قوت اور استعداد کے ساتھ

اس دنیا میں (۲) دو سلوک

ہوتے ہیں اگرچہ یہ چار قسمیں ہیں لیکن ہم قوت اور استعداد مراد لیں گے۔ اسکی تفصیل میں جانے کی ضرورت نہیں ہے) ایک یہ کہ خدا تعالیٰ نے انسان کو اس دنیا میں پیدا کیا اور اسے ایک مخصوص دائرہ کے اندر ایک با اختیار وجود کی حیثیت عطا فرمائی، اس کے لئے ثواب اور گناہ۔ جزا اور سزا مقرر فرمائی۔ اللہ تعالیٰ نے انسان سے فرمایا: "میں نے تجھے قوتیں تو دی ہیں مگر ان قوتوں کی صحیح نشوونما کر کے تم جنت میں بھی جا سکتے ہو اور ان قوتوں کی غلط نشوونما کر کے جہنم میں بھی جا سکتے ہو۔ تجھے یہ اختیار دیا ہے اور تیری قوتوں کے نشوونما کے سامان بھی پیدا کر دیئے ہیں یعنی ربوبیت کے مفہوم میں ہر قوت جو انسان کو بحیثیت

مجموعی یا افراد انسانی

کو بحیثیت فرد دی گئی ہے، اس کے کمال نشوونما کے لئے اس مادی دنیا میں ضروری چیزیں پیدا کر دی گئی ہیں۔ ورنہ تو یہ سارا

سلسلۂ کائنات

ایک مذاق بن کر رہ جاتا۔ خدا تعالیٰ بندہ سے کہتا یہ قوت اور اس کی نشوونما کرو . . . . وہ کہتا اے میرے رب! مجھے اپنی قوت کی نشوونما کے لئے فلاں فلاں چیز کی ضرورت ہے۔ تو اگر اللہ تعالیٰ اسے یہ جواب دیتا کہ وہ تو میں تجھے نہیں دوں گا۔ تو پھر تو یہ ایک مذاق بن جاتا حالانکہ اللہ تعالیٰ تو مذاق نہیں کرتا وہ تو کہتا ہے۔ میں نے اس دنیا کو کھیل کے طور پر پیدا نہیں کیا۔ یہ دنیا لہو و لعب نہیں ہے۔

غرض ایک طرف قوتیں پیدا کیں تو دوسری طرف ان کی نشوونما کے لئے ضروری سامان بھی پیدا کر دیئے۔ انسان اپنی خداداد قوتوں کی نشوونما کرتا ہے۔ پھر نشوونما کر کے انہیں کسی لوہے کے صندوق میں بند تو نہیں کر دیتا اسے جو بھی قوتیں ملی ہیں وہ باہر نکل رہی ہوتی ہیں۔ مثلاً ہماری قوت بینائی ہے۔ اگر ہم روئی بھر کر پیڈ بنا کر اپنی آنکھوں پر باندھ دیں تو ظاہر ہے ہمیں کچھ بھی نظر نہیں آئے گا۔ کیونکہ ہماری یہ قوت بینائی مادی دنیا کے ملاپ سے کچھ حاصل کرتی ہے۔ یہ ایک قوت ہے جو مادی دنیا کے ملاپ سے کام دیتی ہے۔ مثلاً روشنی کی کرنیں ہیں۔ آنکھ کے اندر ان سے عکس حاصل کرنے کی طاقت ہے دونوں کا ملاپ اسکو بینائی دے رہا ہے پس جس طرح ہم آنکھیں بند نہیں کیا کرتے نہ کانوں میں روئی ٹھونسا کرتے ہیں نہ دوسرے ملکی حواس کو معطل کر دیتے ہیں اور پھر کہتے ہیں الحمد للہ۔ ہمیں خدا تعالیٰ نے قوتیں دی ہیں۔

الحمد للہ کہنا

تو تب مناسب ہوتا جب ان کا صحیح اور کامل استعمال ہوتا اسکی مثال یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ہمیں جو طاقتیں اور استعدادیں دی ہیں جتنا جتنا ہم ان کا استعمال کرتے اور ان کی نشوونما کرتے چلے جاتے ہیں اتنا اتنا وہ چشمہ سے بہنے والے پانی کی طرح خود ہی [illegible] (فلو آؤٹ) یعنی اُبل کر باہر نکل رہی ہوتی ہیں اور اسی معنی میں نسل کا لفظ استعمال ہوتا ہے یعنی انسانی قوتوں اور استعدادوں کے افعال اور اعمال خود بخود سرزد ہونے لگتے ہیں مثلاً مال ہے۔ روپیہ پیسہ ہے سوائے چند کنجوس لوگوں کے جو دنیا میں ہر جگہ پائے جاتے ہیں باقی لوگ اپنے مال و دولت کو خرچ کرتے ہیں۔ روپیہ خرچ کے ذریعہ خود بخود ہماری جیبوں سے علیحدہ ہوتا رہتا ہے۔ اب مثلاً آپ اپنے بچے کو پڑھانے کے لئے استاد مقرر کرتے ہیں اور اسے روپے دیتے ہیں تو گویا اس طرح آپ کے ہاتھ سے روپیہ نکل گیا یا مثلاً گندم ہے آپ اسے کھاتے ہیں اسے CONSUME (کنزیوم) کر جاتے ہیں گندم کی شکل میں کھاتے ہیں اس سے آپ کو مثلاً چھ میل کی طاقت مل گئی آپ نے آٹھ میل سیر کی۔ کچھ طاقت آپکے جسم سے نکل گئی۔ انسانی وجود کے اندر ساری قوتیں بند تو نہیں رہتیں وہ انسانی جسم سے باہر نکل رہی ہوتی ہیں غرض جسمانی طاقتوں کے OUT FLOW (آؤٹ فلو) کو باندھ دیا ہے نشوونما کے ساتھ۔ ہم جتنا جتنا ان کی قوتوں کو استعمال کرتے ہیں اتنا ہی یہ چیزیں نشوونما میں ممد و معاون بن جاتی ہے۔

Digitized by Khilafat Library Rabwah

پس بنیادی طور پر یہی دو چیزیں اس دنیا میں

ایک انقلاب

پیدا کر رہی ہیں۔ مثلاً ایٹم کی ایجاد ہے۔ ایٹم بم کی ایجاد ہے۔ دوسری مادی چیزیں ہیں جنہوں نے مختلف شکلیں اختیار کر رکھی ہیں۔ پھر یہ ساری یونیورس ہے۔ یہ ذرائع پیداوار کی علامت ہے۔ ذرائع پیداوار کے اندر "نسل" یعنی انسانی طاقتیں تبدیلیاں پیدا کرتی ہیں اور اس طرح یہ کام کی چیزیں بن رہی ہیں۔ گویا آسمان سے لے کر زمین تک ہم نے انسانی ہاتھ کا تصرف دکھا دیا مثلاً انسان چاند پر پہنچ گیا۔ اب چاند پر پہنچنے کے لئے آسمان سے کوئی اڑن کھٹولا تو نہیں آگیا تھا۔ یہ انسان کی استعدادیں اور قوتیں تھیں جو پھوٹ پھوٹ کر باہر نکل رہی تھیں۔ یعنی سائنس دانوں نے فزکس کے اصول پر

سائنسی تحقیق

کی اُن قواعد اور قوانین کے مطابق عمل کیا جو خدا تعالیٰ نے بنائے ہوئے ہیں تو وہ اپنی کوششوں میں کامیاب ہو گئے۔ اب مثلاً جو حساب دان سائنٹسٹ ہیں انہوں نے اپنی دریافت اور ایجاد کی بنیاد حساب پر رکھی۔ حساب بھی ایک سائنس اور فلسفہ بن گیا ہے۔ چنانچہ وہ ازروئے حساب سوچ رہے تھے فکر و تدبر کر رہے تھے۔ خود ہمارے ڈاکٹر عبدالسلام بھی فکر و تدبر میں لگے رہتے ہیں اس کی کچھ خصوصیتیں علم طبعی سے ملتی ہیں تاہم جہاں تک سائنسی تحقیق میں حساب کا تعلق ہے سائنس دان بے شمار ارقام لگاتے ہیں اور بڑی لمبی لمبی ضربیں اور تقسیمیں کرتے ہیں۔ یہ چونکہ بڑا لمبا حساب بن جاتا ہے اس لئے انسان نے اس کو آسان کرنے کے لئے ایک مشکل سا مضمون بنا دیا ہے جسے الجبرا کہا جاتا ہے۔ چونکہ مجھے یہ مضمون سکول کے زمانے میں مشکل لگتا تھا اس لئے میں نے اسے مشکل کہہ دیا ہے۔ بہر حال حساب کے مضمون کو آسان کرنے کے لئے لوگوں نے الجبرا بنا دیا۔ اور اس کی علامتیں بنا لیں مثلاً کہہ دیا

Digitized by Khilafat Library Rabwah

ا ۔ ب ۔ ج

کا یہ مطلب ہے اور پھر لوگ اس سے اصولاً کچھ نتائج اخذ کرتے ہیں۔ چنانچہ سائنس دانوں نے انہی اصول و قواعد کے مطابق کچھ نتائج اخذ کئے اور چاند پر جانے کے قابل ہو گئے یا زمین میں اٹامک انرجی کو استعمال کرنے لگے۔ وغیرہ وغیرہ۔

غرض سائنس دانوں نے اپنی خداداد طاقتوں اور قوتوں کو

قوانین قدرت کے مطابق

استعمال کیا۔ آخر ایٹم کی طاقت کا پتہ کیسے لگا۔ یہ انسان کی طاقت تھی۔ یہ اسکی استعداد تھی جو اس کے جسم سے باہر نکل آئی۔ گویا اس کی طاقت کی نسل ہو گئی۔ اس کا انفصال ہو گیا۔ یہ باہر نکل اور نکلتی چلی جا رہی ہے۔ یہ ایک چشمہ ہے جو کبھی ختم نہیں ہو گا۔ اسیطرح جب تک انسان زندہ ہے اس کی طاقتیں باہر نکلتی چلی جائیں گی۔ یہ ایک تبدیلی ہے جو مسلسل و دائماً ہوتی چلی جائے گی۔

پس حرث سے مراد مادی ذرائع ہیں اور نسل انسان کی محنت ہے۔ انسان اپنی طاقتوں کو کام پر لگاتا ہے۔ یہ دو بنیادی چیزیں ہیں یہ دو بنیادی نعمتیں ہیں جو انسان کو دی گئی ہیں۔ انسان اپنی فطرتی اہلیت سے صحیح استعمال کرنے پر ان سے فائدہ اٹھاتا ہے۔ لیکن مفسد ان ہر دو قسم کی نعمتوں کو ہلاک اور برباد کر دیتا ہے۔ ہلاکت کے سامان پیدا کرتا ہے وہ کبھی ایٹم بم سے زمین کی پیداوار کو ختم کر دیتا ہے کبھی وہ کیمیکل اجزاء چھڑک کر اچھے پودوں کو ضائع کر دیتا ہے۔ ایسے مفسد آدمی نے ایک وقت میں کہا تھا کہ اس نے یہ کیمیکل اجزاء اس لئے بنائے ہیں کہ وہ ان سے مضرت رساں کیڑوں کو ہلاک کرے گا لیکن جب وہ تحقیق کرتے ہوئے ایسے کیڑوں پر پہنچا جو مفید ہیں مضرت رساں نہیں تو ایسے مفسد اور ناشکرے انسان نے ان کیڑوں کو بھی ہلاک کر دیا۔ اب مثلاً یہ

اینٹی بائیوٹک وغیرہ قسم کی دوائیاں ہیں۔ اللہ تعالیٰ معاف کرے کبھی مجبوری ہو تو استعمال کرنی پڑتی ہیں مگر ان کے غلط استعمال سے وہ بے شمار کیڑے جو مفید اور زندگی رکھنے والے ہیں اور اللہ تعالیٰ نے انہیں مثلاً انسان کے معدے، جگر اور انتڑیوں میں پیدا کیا ہے اور وہ نظام ہضم میں ممد و معاون ہیں۔ یہ ایک تباہ کن ہتھیار (اینٹی بائیوٹک ادویہ) انسان کے جسم میں جو مضرت رساں کیڑے ہیں یعنی پیچش اور ہیضہ کے کیڑے ہیں ان کا بھی قتل عام کر دیتا ہے اور جو مفید کیڑے ہیں اُن کا بھی قتل عام کر دیتا ہے۔

بہر حال میں بتا یہ رہا ہوں کہ یہ ساری استعدادیں باہر نکلیں ان کا

صحیح استعمال کرنے والے

خدا تعالیٰ کی نگاہ میں صالح کہلائے اور ان کا غلط استعمال کرنے والے مفسد کہلائے قرآن کریم نے کہا ہے کہ تم ان مفسدوں کے کاموں کا بھی جائزہ لو، غور اور تحقیق کرو اور ان کے دل اور ... کو پھاڑ کر دیکھو ان کی فضیلت جس رنگ میں روبہ عمل ہیں اور ان کی طاقتیں جس رنگ میں باہر نکل کر کام کر رہی ہیں اور جس رنگ میں ان کی استعدادیں مادی اشیاء میں کام کر رہی ہیں ان کو غور سے دیکھو تو تمہیں نظر آئے گا کہ ہلاکت کی تخمیں تمہیں اُن کے اندر پائی جاتی ہیں۔ یہ ہے مفسد جسے قرآن کریم نے الد الخصام بھی کہا ہے

اب جہاں تک مادی ذرائع پیداوار کا تعلق ہے اس کی ایک تو بہت خطرناک شکل ایٹم کی طاقت کے غلط استعمال کی شکل میں نظر آتی ہے۔ دوسرے کارخانوں کا بند رہنا ہے۔ کارخانہ بھی ایک ذریعہ ہے جسے اللہ تعالیٰ نے انسان کی بہتری کے لئے پیدا کیا ہے اللہ تعالیٰ نے انسان کو عقل دی اور اس نے مادی ذرائع کو پیدا کر کے ملا کر کارخانہ قائم کر دیا۔ اب جس دن کارخانہ بند رہا اس دن کی پیداوار سے نہ صرف مزدور بلکہ بنی نوع انسان اور ملک بھی محروم ہو گیا۔ ایک کارخانہ مثلاً دو لاکھ گز کپڑا ایک دن میں تیار کرتا ہے اگر وہ کارخانہ تالہ بندی یا ہڑتال کی وجہ سے ایک دن بند رہتا ہے تو اس ملک کے باشندے دو لاکھ گز کپڑے سے محروم ہو گئے۔ غرض اقتصادی اور معاشرتی لحاظ سے اس کے کیا نتیجے نکلے یہ ایک الگ اور مستقل مضمون ہے لیکن یہ ایک حقیقت ہے کہ فساد پیدا ہو گیا۔

حقوق کی ادائیگی

پہ یہ چیز بہر حال اثر انداز ہو گی۔ مثلاً کپڑے کی پیداوار کم ہونے کی وجہ سے قیمتیں چڑھ جائیں گی وہ غریب آدمی جو یہ سوچ رہا تھا کہ اب میرے پاس اتنے پیسے ہو گئے ہیں کہ میں اپنے بچوں کو کپڑے بنا دوں۔ اس کے پاس اتنے پیسے نہیں رہیں گے کیونکہ کپڑے کی قیمت زیادہ ہو گئی اب اس کے پاس اتنے پیسے نہیں رہے کہ وہ کپڑا خرید سکے۔ پھر وہ کہے گا کہ میں پانچ دن اور مزدوری کرتا ہوں تاکہ بچوں کے کپڑے بن جائیں۔

یہ بیچارے مزدور کا حال ہے۔ دوسرے ملکوں میں بھی اس کا یہی حال ہے حتیٰ کہ چین میں بھی موجودہ حکومت سے قبل یہی حال تھا۔ چین کی جو

اقتصادی اور معاشرتی خوشحالی

ہیں موجودہ حکومت کے وقت وہ ہم بیان کرتے ہیں کیونکہ قرآن کریم نے شراب اور جوئے کی بھی خوبی بتائی ہے بہر حال پرانے چین میں ایک قصہ بنایا جاتا ہے کہ ایک عورت برابر ۲۳ سال تک پیسے جمع کرتی رہی اس نیت کے ساتھ کہ وہ اپنی بیٹی کو ایک گرم جوڑا سلوا دے مگر وہ ایک جوڑا تک نہ بنوا سکی کیونکہ ہوتا یہ رہا کہ جب وہ ایک حد تک پیسے جمع کر لیتی تو قیمتیں پھر بڑھ جاتیں یہاں تک کہ وہ ۲۳ سال میں ایک گرم جوڑا نہ خرید سکی۔

چنانچہ آپ خود دیکھ لیں پچھلے ۲۵ سال میں قیمتیں کہاں سے کہاں چلی گئیں۔ یہ ایک فساد ہے۔ یہ فساد دور ہونا چاہیئے۔ جو شخص اس فساد کو دور کرے گا ہم اس کی تعریف کریں گے خواہ وہ

چیئرمین ماؤزے تنگ

ہوں یا کوئی اور ہو۔ اس حقیقت کے باوجود کہ پورا فساد وہ بھی ہمارے نزدیک دور نہیں کر سکے

ہر خادم کا مجلس خدام الاحمدیہ کے سالانہ اجتماع میں شامل ہونا ضروری ہے
معتمد مجلس خدام الاحمدیہ مرکزیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کیونکہ انسان کے پاس ایسی تعلیم ہی نہیں نہ قرآن کریم کو وہ مانتے ہی نہیں۔ میں کہا کرتا ہوں کہ وہ پچاس فی صد فساد دور کرنے کے قابل ہو گئے ہیں۔ کیونکہ پچاس فی صد حقوق کی ادائیگی کے قابل ہو گئے ہیں مگر اسلام سو فیصد حقوق کی ادائیگی کی ضمانت دیتا ہے۔ اس کے برعکس ہمارے ہاں سوشلسٹ پچاس فی صد حقوق دیتے ہیں۔ میں نے یہاں کئی مسلمان لیڈروں سے کہا ہے کہ بیچارے غریب مزدوروں نے تمہارا کیا قصور کیا ہے کہ تم ان کو یہ کہہ رہے ہو کہ پچاس پر راضی ہو جاؤ اور دوسرے پچاس کا مطالبہ نہ کرو جو اسلام انہیں دے رہا ہے۔

تاہم جو شخص مزدور کو پچاس فی صد حقوق دے رہا ہے وہ اس شخص سے بہت اچھا اور قابل تعریف ہے جو مزدور کو گویا کچھ بھی نہیں دے رہا اور اگر دے رہا ہے تو وہ بس پچیس فی صد سے زیادہ نہیں ہے اسلام نے ہمیں یہ بنیادی تعلیم سکھائی ہے کہ کسی شخص کو آنکھیں بند کر کے برا بھلا نہ کہو جو اس کی برائی ہے اسے بیان کرو اصلاح کی خاطر۔ اور اس کی جو خوبی ہے وہ بیان کرو دوسروں کے لئے ایک سبق کے طور پر

بہرحال اگر کوئی

مِل یا کارخانہ

ایک دن کے لئے بھی بند ہو جاتا ہے تو اس میں مالک بھی قصوروار ہے اُس نے تالہ بندی کی ہم اجازت نہیں دیتے اس نے غلط طریق اختیار کیا تھا یا اور فساد کا موجب بنا وہ دوسری طرف ہڑتال کرانے والا جو لیڈر ہے وہ بھی فساد کرنے والا ہے اس کو مزدور سے کوئی پیار نہیں ہوتا۔ وہ مزدوروں سے کہتا ہے ہڑتال کر دو خود گھر میں آرام سے بیٹھا رہتا ہے یہ دونوں پہلو موجب فساد ہیں ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کہتا ہے مزدوروں کے سارے حقوق ادا کرو۔ لیکن اسلام یہ بھی کہتا ہے مالک کے سارے حقوق بھی ادا کرو۔ ہم یہ کہتے ہیں کہ اسلام کا یہ حکم ہے کہ مالک کے سارے حقوق ادا کرو لیکن ہم یہ بھی کہتے ہیں کہ اسلام یہ بھی کہتا ہے مزدور کے بھی سارے حقوق ادا کرو اور اس کی ہر تکلیف کو دور کرو۔ اس واسطے ہمیں نہ اس سے پیار اس کے مالک ہونے کے لحاظ سے اور نہ مزدور سے پیار مزدور ہونے کے لحاظ سے ہمیں پیار ہے اپنے انسانی بھائی سے انسان ہونے کے لحاظ سے یعنی مزدور ہونے کی خصوصیت ہمارے اندر پیار نہیں پیدا کرتی۔ یا مالک ہونے کی خصوصیت ہمارے دل میں اُن کا پیار پیدا نہیں کرتی بلکہ

خدا تعالیٰ کے پیدا کردہ بندے

ہونے کے لحاظ سے اور اس ذات سے تعلق رکھنے کی وجہ سے جسے اللہ تعالیٰ نے اشرف المخلوقات قرار دیا ہے۔ اس لحاظ سے ہمارے دل میں ان کی محبت پیدا ہوتی ہے۔ بحیثیت انسان دونوں کی عزت ہوگی۔ البتہ جو شخص بھی ظلم کرے گا ہم اس کا ہاتھ پکڑنے کی کوشش کریں گے

تاہم یہ صحیح ہے کہ آج کی دنیا میں زیادہ ظلم بیچارے مزدور ہی پر ہو رہا ہے۔ یعنی غیر بھی اس کے لئے ظالم اور اپنے بھی ظالم۔ میں نے کئی مزدور لیڈروں سے کہا کہ دیکھو انگلستان میں لوگ ہڑتال کرتے ہیں ان کے لیڈر کہتے ہیں تم فکر نہ کرو تمہیں جو تنخواہیں مل رہی تھیں اس کے مطابق چھ مہینے کے پیسے ہمارے پاس موجود ہیں تم دو مہینے کے لئے ہڑتال کر دو ہم تمہیں پیسے دیں گے یا انہوں نے بعض اور قسم کے فارمولے بنائے ہوئے ہیں۔ اس سے فساد تو پیدا ہوا مگر اس کی شدت وہ نہیں جو ہمارے ملک میں محسوس کی جاتی ہے۔ یہاں مزدور لیڈر کہتے ہیں کہ ہڑتال کر دو مگر ہم روٹی ایک دن کے لئے بھی تمہیں نہیں دیں گے تو پھر تم کہاں سے ان کے ہمدرد بن بیٹھے ہو۔

میں نے پچھلے سال ایک مزدور لیڈر سے کہا تھا کہ دیکھو تم جب ہڑتال کراؤ گے تو جب تک بیچارے مزدور کے دل میں جذبہ ہے وہ قربانی دیتا چلا جائے گا۔ اس کے گھر میں جو جنس پڑی ہے وہ چپ کر کے کھالے گا اور کہے گا ہمارے

مزدور لیڈر

نے کہا ہے ہڑتال کرنی ہے سو میں ہڑتال میں شامل ہو جاتا ہوں مگر جب یہ ہڑتال کا سلسلہ لمبا ہو جائے گا تو پھر وہ اپنا سامان بیچنا شروع کر دے گا اور اس طرح اپنا اور اپنے بیوی بچوں کا پیٹ پالے گا۔ کیونکہ وہ بھوکا تو نہیں رہ سکتا۔ پھر جس وقت اس کے پاس

کچھ بھی نہیں رہے گا تو اسے ہوش آئے گا اور وہ واپس پلٹے گا۔ تو اس وقت وہ مالک کا گریبان نہیں پکڑے گا اور اس کے پیٹ میں چھرا نہیں گھونپے گا بلکہ وہ تمہاری (مزدور لیڈر کی) گردن پکڑے گا۔ وہ سوچے گا میرا مالک ظالم تھا مگر وہ پھر بھی میرا آدھا پیٹ تو بھر دیتا تھا میرا مزدور لیڈر اس سے بھی بڑھ کر ظالم ہے۔ اس نے مجھے بالکل ہی بھوکا مار دیا ہے پس یہ

118

ایک حقیقت

ہے کہ بیچارہ مزدور ہر دو لحاظ سے مظلوم ہے۔ جب اس کا مالک کارخانے کو مقفل کر دیتا ہے تب بھی اس پر ظلم ہوتا ہے اور جب اس کا لیڈر بیوقوفی سے اس سے ہڑتال کروا دیتا ہے تب بھی اس پر ظلم ہوتا ہے اور پھر ستم بالائے ستم یہ کہ جب کبھی "اسلام زندہ باد" کا نعرہ لگانے والے اُسے جلوس میں آگے کر دیتے ہیں۔ تب بھی اس پر ظلم ہوتا ہے۔ نہ نعرہ لگانے والوں کو اسلام کا پتہ اور نہ اس بیچارے کو اسلام کا کوئی علم دیا گیا۔ نہ اسلام کے متعلق کچھ پڑھایا گیا اور نہ اسلام کی حقیقی روح کا اس کو کچھ پتہ ہے اس صورت میں

ان مظلوم مزدور کا ایک ہی ہمدرد ہے اور وہ ہے اسلام

وہ ہے قرآن کریم کی یہ حسین تعلیم جسے اللہ تعالیٰ نے ایک چھوٹے سے فقرے میں بیان کر دیا ہے۔

اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جہاں تک حرث کا تعلق ہے لوگ فساد پیدا کرنا چاہتے ہیں یعنی ذرائع پیداوار سے انسان انفرادی اور اجتماعی طور پر جتنی پیداوار حاصل کر سکتا ہے اس کے راستے میں وہ روک بن جاتے ہیں۔ انسانی طاقتوں اور قوتوں کے استعمال میں مخل ہوتے ہیں۔ اس لئے کہ

ذرائع پیداوار

کے ساتھ جب تک محنت شامل نہ ہو اس وقت تک کوئی نتیجہ نہیں نکلتا۔ چنانچہ انسانی قوتوں اور استعدادوں کے تعطل کی وجہ سے انسان کو گویا بھوکا مار دیا۔ اس کی قوتوں کی نشوونما میں روک پیدا کر دی۔ اس کا جتنا دماغ تھا اس کے مطابق اس کے لئے سامان نہیں پیدا کئے۔ مثلاً ایک غریب آدمی ہے اس کے گھر ایک ذہین بچہ پیدا ہو جاتا ہے۔ دسویں تک تو وہ اسے جوں توں کر کے پڑھاتا ہے مگر پھر اس کی غربت آڑے آتی ہے۔ بچے کو تعلیم چھوڑنی پڑتی ہے۔ اب وہ لڑکا جو مثلاً ڈاکٹر سلام کا ہم پلہ بن سکتا تھا اس کا دماغ اور اس کی ذہانت ضائع ہو جاتی ہے۔ وہ کلرکی کی تلاش میں مارا مارا پھرتا ہے۔ ہمارے چچا جان حضرت نواب محمد علی خان صاحب رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ایک دفعہ دھوبی کے لئے اشتہار دیا۔ تو ایک بی اے یا ایم اے پاس کی درخواست آگئی وہ تو خیر پڑھ گیا تھا پھر بھی اسے ملازمت نہ ملی۔ لیکن اس بیچارے کو تو مزید پڑھنے کا موقع ہی نہیں دیا گیا

بس یہ نسل کشی ہے

نسل کشی

کا صرف یہی مطلب نہیں ہوتا کہ غلط فیملی پلاننگ کی جائے یا بچیوں کو زندہ گاڑ دیا جائے یا انہیں بھوکا رکھ کر مار دیا جائے۔ یا جس طرح بعض ظالم عیسائی بادشاہ کیا کرتے تھے کہ پہلے وہ عیش کرتے اور پھر ناجائز بچوں کو قتل کر کے تہ خانوں میں پھنکوا دیتے۔ یہ اسی طرح کے ہزاروں ظلم ہیں جو انسان انسان پر کر رہا ہے۔ غرض قوتوں اور استعدادوں کا ضیاع بھی نسل کشی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے درحقیقت بنیادی طور پر ہمیں دو ہی چیزیں دی ہیں اور یہ ایک ایسی بڑی نعمت ہے جو نہ ہمارے تصور میں آ سکتی ہے اور نہ اس کی وسعتوں کا احاطہ کیا جا سکتا ہے۔ اور نہ ہی اس پر اللہ تعالیٰ کا کما حقہ شکر ادا کیا جا سکتا ہے۔ ایک تو انسان کے اندر یعنی انسانی فطرت کے اندر جو استعدادیں رکھی گئیں اور ان استعدادوں کی کامل نشوونما ہے۔ تسخیر کائنات کے لئے اور دوسرے انسان کی بہبود کے لئے تخلیق کائنات یعنی اس عالمین کی مادی اشیاء یا ذرائع پیداوار ہیں۔ یہ دو بنیادی چیزیں ہیں۔ یعنی مادی ذرائع پیداوار اور ان سے

سالانہ اجتماع اطفال الاحمدیہ ۵، ۶، ۷ اکتوبر ۷۲ء میں ہر مجلس کی نمائندگی ضروری ہے
مہتمم اطفال احمدیہ

Digitized by Khilafat Library Rabwah

کی حقہ مستفید ہونے کے لئے ہیں، انسانی قوتیں اور استعدادیں۔ ایک کو قرآن کریم کہتا ہے حرث اور دوسرے کو نسل۔ ایک وہ ہے جس کو انسان تیار کرتا ہے۔ پھر اس سے کچھ حاصل کرتا ہے۔ بعض دفعہ اچھی نیت سے بعض دفعہ بری نیت سے بہرحال انسان جس چیز کو تیار کرتا ہے اس سے پیار کرتا ہے۔ مثلاً زمین کو تیار کرتا ہے تاکہ اس سے گندم حاصل کرے۔ کپاس حاصل کرے۔ وغیرہ وغیرہ۔ وہ کارخانوں کو تیار کرتا ہے کارخانے بھی مادی چیزوں کی تیاری کی جگہ ہیں۔ کچھ اینٹیں ہیں۔ کچھ لوہا ہے۔ کچھ مشینری ہے۔ یہ ساری چیزیں مل کر کارخانے کی شکل اختیار کرتی ہیں۔ تاکہ انسان اس سے مثلاً کپڑا پیدا کرے یا اس سے کھاد پیدا کرے۔ یا فولاد پیدا کرے یا اس میں موٹریں بنائے وغیرہ۔ اب تو بے شمار قسم کی چیزیں بننے لگی ہیں بے شمار سے مراد یہ ہے کہ ہم ان کو گن نہیں سکتے۔ اللہ تعالیٰ کو تو ان سب کا علم ہے۔

غرض ایک مادی ذرائع پیداوار اور دوسرے انسانی استعدادیں۔ یہ

دو بنیادی چیزیں

ہیں جو اللہ تعالیٰ نے انسان کو عطا فرمائی ہیں۔ اور ایک مفسد ان دونوں کی ہلاکت کا موجب بنتا ہے یا ہلاکت کی کوشش میں مشغول نظر آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم مفسد بھی بنو یعنی جو مادی ذرائع پیداوار ہیں ان کو تم ہلاک کرو۔ ان کو تم ضائع کرو۔ دوسرے جو تمہیں استعدادیں دی ہیں ان سے تم غفلت برتو۔ اور ان کی نشوونما نہ کرو۔ ان کا صحیح استعمال نہ کرو اور پھر یہ سمجھو کہ میں تمہارے ان بد اعمال اور مفسدانہ اعمال کا صالحانہ اعمال جیسا نتیجہ نکال دوں گا تو یہ خیال غلط ہے۔ ایسا نہیں ہوگا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ مفسدوں سے پیار نہیں کرتا یعنی جو لوگ

حرث اور نسل

کو فساد میں مبتلا اور معرض ہلاکت میں ڈالتے ہیں۔ اس کے نتیجہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا پیار تو نہیں ملے گا۔ اس کے نتیجہ میں انہیں اللہ تعالیٰ کا قہر ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کی جہنم انہیں ملے گی۔ اللہ تعالیٰ کا پیار اور اس کی رضا کی جنتیں تو ان کو نہیں ملیں گی۔ اسی واسطے میں نے پچھلے خطبہ میں بتایا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے سورہ یونس میں فرمایا ہے۔

إِنَّ اللَّهَ لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِينَ ۝ (آیت ۸۲)

مفسد کے عمل کا نتیجہ صلاح نہیں ہو سکتا۔ مفسدانہ اعمال کا نتیجہ صالح اعمال جیسا نہیں نکلا کرتا

اب اس وقت یوں تو ساری دنیا میں فساد کی وبا پھیلی ہوئی ہے۔ امریکہ میں بھی اور دوسرے ملکوں میں بھی فتنہ و فساد کی آگ مختلف شکلوں میں پھیلی ہوئی ہے۔ لیکن ان ملکوں میں جن میں ظالم اور مفسد ملکوں کی ریشہ دوانیاں بڑی کثرت سے ہو رہی ہیں۔ ان میں خصوصاً یہ وبا زیادہ ہے۔ ہمارا ملک بھی بدقسمتی سے ایسے ہی ممالک میں شامل ہے اور اس سے بھی زیادہ بدقسمتی یہ ہے کہ ہمارے ملک کی اکثریت کے ہاتھ میں قرآن تو ہے لیکن کوئی بھی اس کو کھول کر پڑھتا نہیں۔ پہلے تو اس بیماری کا احساس ہی نہیں اگر کسی کو اس کا احساس ہے تو وہ اس کے علاج کی طرف متوجہ نہیں۔ گو بعض دفعہ بیمار اتنا بے حس ہو جاتا ہے کہ اس کو بیماری کا احساس تک نہیں رہتا لیکن اگر بیماری کا احساس تو ہو مگر اس کے علاج کی طرف کوئی توجہ نہ دی جائے تو یہ اور بھی زیادہ خطرناک بات ہے

چنانچہ اسی حقیقت کے متعلق یعنی بیماری کے اس مفہوم سے مجھے

ایک بزرگ کی رؤیا

یاد آگئی۔ ہمارے ایک بزرگ کو حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے دعوے سے چند سال قبل تمثیلی زبان میں عین حرم مکہ میں ایک رؤیا دکھائی گئی۔ انہوں نے دیکھا کہ ایک چارپائی ہے اس پر ایک بیمار لیٹا ہوا ہے اس کے اردگرد بہت سے اطباء جمع ہیں۔ وہ اس کے علاج کی کوشش کر رہے ہیں۔ لیکن بیمار کو کوئی فائدہ نہیں ہو رہا۔ ان کو رؤیا ہی میں یہ دکھایا گیا کہ چند قدم کے فاصلے پر ایک شخص بیٹھا ہوا ہے اور خواب ہی میں بتایا گیا کہ اگر یہ شخص توجہ کرے تو بیمار اچھا ہو جائے گا لیکن وہ شخص توجہ نہیں کرتا۔ اتنے میں ان کی آنکھ کھل گئی۔ مگر تعبیر سمجھ نہ آئی۔ بڑی پریشانی پیدا ہوئی۔ حج کر کے واپس آئے اور اپنے ایک بزرگ جن کی انہوں نے بیعت کر رکھی تھی، ان کو خط لکھا کہ میں نے خانہ کعبہ میں یہ خواب دیکھا ہے۔ مجھے اس کی تعبیر سمجھ نہیں آ رہی اور میں بڑا پریشان ہوں۔ مجھے اس کی تعبیر بتائیں

چنانچہ انہوں نے لکھا کہ تمہاری اس

خواب کی تعبیر

یہ ہے کہ جو تم نے بیمار دیکھا ہے وہ اسلام کی آج کی حالت ہے۔ جو تم نے اس کے گرد اطباء دیکھے ہیں وہ میرے تمہارے جیسے طبیب ہیں جن کے علاج سے اسلام کی اس وقت جو بیماری کی حالت ہے اس سے اس کو آرام نہیں آ سکتا۔ اور جو تم نے چند قدم کے فاصلے پر ایک شخص بیٹھا ہوا دیکھا اور تمہیں یہ بتایا گیا کہ اگر وہ توجہ کرے تو بیمار کو آرام آ سکتا ہے تو وہ مہدی معہود ہے۔ تمہیں خواب میں زمانہ (کیونکہ چند سال کے بعد مہدی معہود علیہ السلام کی بعثت ہوئی) مکان کی شکل میں دکھایا گیا ہے۔ چند قدم کا مطلب یہ ہے کہ چند سالوں کے بعد اس کا ظہور ہوگا۔ چنانچہ چند سالوں کے بعد حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت ہوئی۔ غرض اس رؤیا کی تعبیر یہ تھی کہ جب مہدی معہود آجائیں گے تو اسلام کی بیماری کی کیفیت دور ہو جائے گی۔

پس فسادی کے فساد کو دور کرنے کی کوشش وہی آدمی کر سکتا ہے جس کو ایک تو علم ہو کہ فساد بُری چیز ہے۔ دوسرے اس کو یہ علم ہو کہ اس کو دور کس طرح کیا جا سکتا ہے تیسرے ایسی جماعت کے ساتھ اس کا تعلق ہو جس کے متعلق یہ پیشگوئی ہو کہ وہ اس بیماری کو دور کرے گی اور اس سے مراد جماعت احمدیہ کے افراد ہیں اور کوئی ہو ہی نہیں سکتا۔ اس لحاظ سے

ہماری بڑی ذمہ داری

ہے۔ یہ ذمہ داری مجھ پر بھی اور آپ پر بھی۔ مردوں پر بھی اور عورتوں پر بھی اور خصوصاً نوجوانوں پر عاید ہوتی ہے۔ یوں تو میری دعا ہے اللہ تعالیٰ جماعت کے ہر فرد کو لمبی زندگی عطا فرمائے لیکن عام حالات میں چونکہ یہ سمجھا جاتا ہے کہ بڑی عمر والوں کی نسبت نوجوانوں نے زیادہ عرصہ اس دنیا میں زندہ رہنا ہوتا ہے۔ اس لئے احمدی نوجوانوں سے میں خاص طور پر یہ کہتا ہوں کہ اللہ تعالیٰ نے تم پر کچھ حقوق عاید کئے ہیں۔ ان میں تمہارا ایک حق یہ بھی ہے کہ اسلام کہتا ہے کہ نہ صرف اپنے نفس کے حقوق کو پورا کرو بلکہ دوسروں کے حقوق بھی ادا کرو۔ تمہیں اللہ تعالیٰ نے یہ حق عطا فرمایا ہے کہ تم دنیا کے رہبر اور رشد بنو۔ تم دنیا کے معالج اور طبیب بنو۔ پھر کیوں تم اپنے ان حقوق کی طرف توجہ نہیں کرتے اور اپنے ان حقوق کو لینے کی کوشش نہیں کرتے۔

میری دعا ہے

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق عطا فرمائے کہ ہم صالح بنے رہیں مفسد نہ بنیں ہمیشہ صلاح کی کوشش کرتے رہیں۔ جہاں بھی فساد ہو اس کو دور کرنے کی حتی المقدور کوشش کریں اور اس کار خیر میں بفضلہ تعالیٰ کامیاب ہوں تا وہ جو آج مظلوم ہے اسے اس کے سب حقوق مل جائیں۔ آمین۔

گمشدہ کاغذات!

۱۰ ستمبر (اتوار) کی صبح کو ربوہ کے ریلوے سٹیشن پر میرے چند ضروری کاغذات جو ایک لفافہ میں تھے کہیں گم ہو گئے ہیں۔ اگر کسی دوست کو ملے ہوں تو ازراہ کرم دفتر فضل عمر فاؤنڈیشن میں پہنچا کر خاکسار کو شکریہ کا موقع دیں۔ جزاکم اللہ احسن الجزاء۔

(ریٹائرڈ بریگیڈیر) اقبال احمد شمیم
سیکرٹری فضل عمر فاؤنڈیشن ربوہ)

درخواست دعا

مکرم سعید احمد صاحب اوورسیر جوہرآباد مخلص احمدی ہیں ایک عرصہ سے بیمار ہیں اب ان کا اپریشن ہوا ہے۔ احباب جماعت سے ان کی کامل شفایابی کے لئے درخواست دعا ہے۔

(میر عبدالمجید شاہد دلباسلہ پاکپتن)

رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۲۵